ایم ذوالفقار علی رانا

قدامہ بن جعفر

دوسری اور آخری قسط

تصانیف

۱۔ کتاب الخراج وصناعۃ الکتابۃ : یہ قدامہ کی تمام کتابوں سے زیادہ مشہور اور اہم ہے۔ یاقوت نے لکھا ہے کہ اس میں ہر اس چیز کا ذکر کیا گیا ہے جس کی ایک کاتب (درباری سیکرٹری) کو ضرورت پڑ سکتی ہے۔ یہ بہت عمدہ کتابوں میں سے ہے[1] حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اس موضوع سے تعلق رکھنے والے علما اس کتاب کے مندرجات پہ عمل کرتے ہیں[2] جرجی زیدان نے لکھا ہے کہ اس کتاب کے صرف ایک سو صفحات ہم تک پہنچے ہیں، جن میں محکمۂ ڈاک، ملکی سکوں، مشرقی اور مغربی ممالک کی طرف رستوں، مختلف شہروں کے درمیانی فاصلوں کے علاوہ وہاں کے ٹیکسوں کی مقدار کا ذکر کیا گیا ہے اور یہ حقائق ۲۲۵ھ سے متعلق ہیں۔ کتاب کا یہ حصہ فرانسیسی ترجمے کے ساتھ لیڈن میں طبع ہو چکا ہے[3] اسے دی خویہ نے کتاب المسالک والممالک مصنفہ ابن خرداذبہ کے ساتھ ۱۸۸۹ء میں شائع کیا۔ ابن الندیم اور یاقوت نے لکھا ہے کہ کتاب الخراج کے آٹھ حصے تھے۔ بعد میں قدامہ نے ایک اور حصے کا اضافہ کر دیا۔ ڈاکٹر نقولا لکھتے ہیں کہ جب اسلامی سلطنت کے مختلف علاقوں پر خراج مقرر کرنے کا موقع آیا تو ہر ملک کی فتوحات اور انتظام سلطنت کے ساتھ ساتھ اس ملک کی دولت و ثروت کا اندازہ کیا گیا اور اس کے مطابق مختلف ممالک میں ٹیکس عائد کیے گئے۔ اس علم کو علم جغرافیہ کا ایک حصہ سمجھا گیا لیکن علم کی اس شاخ کو جغرافیہ اداریہ کا نام دیا گیا چنانچہ اس موضوع پر دو مشہور کتابیں ابن خرداذبہ کی المسالک والممالک (جو تیسری صدی ہجری

---

[1] یاقوت، معجم الادباء ۱۷ : ۱۴

[2] ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ ۱۱ : ۲۲۱

[3] جرجی زیدان، تاریخ آداب اللغۃ العربیۃ ۲ : ۲۳۷

کے وسط میں لکھی گئی) اور قدامہ بن جعفر کی کتاب الخراج وصنعۃ الکتابۃ ہمارے سامنے موجود ہیں۔ پہلی کتاب میں عباسی سلطنت کے خراج اور ٹیکس پر روشنی ڈالی گئی ہے اور دوسری میں زیادہ تر ٹیکس وصول کرنے کے سلسلے سے مختلف شہروں کے رستوں اور ان کے درمیانی فاصلوں کے اندازے مقرر کیے گئے ہیں۔[4]

جغرافیے کے عالم اصطخری (وفات ۳۴۰ھ) نے ابن حوقل (وفات ۳۶۷ھ) کی مدد سے جغرافیے کی کتاب المسالک والممالک لکھی اور اس سے پہلے قدامہ کی کتاب سیاحوں کے لیے راہنما کا کام دیتی تھی، بعد میں اصطخری کی کتاب سے رستوں کی راہنمائی کا کام لیا جانے لگا۔

کرد علی لکھتے ہیں کہ قدامہ نے کتاب الخراج اس وقت لکھی جب کہ وہ محکمۂ مال کے مختلف عہدوں پر تقریباً بیس سال تک کام کر چکا تھا اور اس کتاب میں عبارت کی سادگی پائی جاتی ہے اور اس میں سجع اور قافیہ نما الفاظ کا استعمال مفقود ہے۔

۲۔ نقد الشعر: حاجی خلیفہ نے اس کتاب کے بارے میں لکھا ہے کہ قدامہ بن جعفر نے اس میں بیس باب قائم کیے مثلاً تشبیہ، تمام، مبالغہ، طباق، جناس وغیرہا۔ یہ باب ابن المعتز نے اپنی کتاب میں بھی مقرر کیے ہیں۔ قدامہ کے باقی باب وہ ہیں جن کا ذکر ابن رشیق نے اور ابن بشر آمدی نے اپنے رسالے میں کیا ہے۔ قدامہ کی کتاب کی شرح عبداللطیف بن یوسف نے تکملۃ الصناعۃ فی شرح نقد قدامۃ کے نام سے لکھی۔ اس کے علاوہ اس نے کشف الظلامۃ عن قدامۃ کے نام سے بھی ایک کتاب لکھی۔

کتاب نقد الشعر قدامہ کی کتاب الخراج کی طرح اس کی اہم یادگار ہے۔ اس کتاب سے اس کی غیر معمولی قابلیت اور علمِ بلاغت میں وسعتِ معلومات کا پتا چلتا ہے۔ اس کتاب کے اہم اور قابلِ قدر ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ بعض آئمۂ ادب نے فنِ بدیع میں قدامہ کی بعض آرا سے اختلاف کیا ہے۔ اگر یہ اہم کتاب نہ ہوتی تو بلاغت کے بڑے بڑے امام اسے گنتی شمار میں نہ لاتے۔ مثلاً مرزبانی نے کتاب

---

[4] نقولا، الجغرافیۃ والرحلات عند العرب، ص ۱۱، ۱۲

[5] ابو عبید اللہ محمد بن عمران بن موسیٰ المرزبانی (۲۹۷-۳۸۴)۔ یہ ایک مورخ اور ادیب تھا۔ اس کی ولادت اور وفات بغداد میں ہوئی۔ مذہباً معتزلی تھا۔ اس کی کتابوں میں معجم الشعرا اور الموشح وغیرہ مشہور ہیں۔

الموشح میں، عسکری[۶] نے کتاب الصناعتین میں، ابن سنان[۷] نے کتاب سر الفصاحۃ میں اور آمدی نے الموازنۃ بین البحتری و ابی تمام میں بعض مقامات پر قدامہ کے خیال کا رد کیا ہے اور بعض دیگر مقامات پر اپنی رائے کی تائید میں اس کی کتاب نقد الشعر کا حوالہ دیا ہے۔ ذیل میں چند ایسے مقامات کا ذکر کیا جاتا ہے، جن میں ائمۂ ادب نے قدامہ سے اختلاف کیا ہے۔

۱۔ قدامہ نے شعر کے عیوبِ لفظی میں "معاظلہ" کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس سے مراد وہ نقص ہے جس کے متعلق حضرت عمرؓ نے زہیر بن ابی سلمیٰ[۸] کے بارے میں کہا تھا "کان لا یعاظل بین القول"[۹] قدامہ کہتا ہے کہ میں نے احمد بن یحییٰ (ثعلب) سے معاظلہ کے بارے میں پوچھا کہ اس سے کیا مراد ہے۔ اس نے کہا کہ ایک چیز کو دوسری چیز میں داخل کر دینا۔ قدامہ کہتا ہے کہ اگر معاظلہ اسی کا نام ہے تو اس بات سے انکار نہیں ہو سکتا کہ ایک کلام جو کسی لحاظ سے دوسرے کلام کے مشابہ ہو یا اسی جنس سے ہو وہ آپس میں ایک دوسرے میں داخل ہو جائیں۔ اس لیے اس کو نقص نہیں کہنا چاہیے بلکہ نقص یہ ہوگا کہ ایک کلام اپنے غیر جنس کلام میں یا ایسے کلام میں داخل ہو جاتے جو اس کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ استعارے کی ایک بدترین صورت ہے۔ مثلاً اوس (ابن حجر) کا یہ شعر:

وَ ذاتِ ھِدمٍ عارٍ نواشرھا   تصمت بالماء تولباً جدعا

قدامہ کہتا ہے کہ شاعر نے عورت کے بچے کو تولب کہہ دیا ہے، حالاں کہ لب انسان کے بچے کو نہیں بلکہ گدھے کے بچے کو کہتے ہیں:

۶ھ ابو ہلال الحسن بن عبد اللہ بن سہل بن سعید العسکری (وفات بعد ۳۹۵ھ) ادیب اور شاعر تھا۔ اس کی کتاب جمہرۃ الامثال اور کتاب الصناعتین وغیرہ مشہور ہیں۔

۷ھ ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن سعید بن سنان الخفاجی الحلبی: یہ حلب کے قریب قلعۂ عزاز کا والی تھا اور ابو العلاء المعری کا شاگرد اور شاعر تھا۔ اس کی کتاب سر الفصاحۃ اور اس کا دیوان چھپ چکے ہیں۔ الاعلام، ۲۶۶:۴

۸ھ زہیر بن ابی سلمی ربیعۃ بن ریاح المزنی (وفات ۱۳ ق ھ)۔ زمانہ جاہلیت کے حکیم شعرا میں سے تھا۔ اس کے خاندان کے کئی لوگ بھی شاعر تھے۔ بہت عمدہ شعر کہتا تھا۔ اس کا معلقہ اول درجہ کے معلقات میں شمار ہوتا ہے الاعلام، ۸۷:۳

۹ھ ابن قتیبۃ، الشعر والشعراء ۱:۱، ۸۶ - ۸۷

اس کے بعد قدامہ نے معاظلہ کی ایک اور مثال دیتے ہوئے یہ شعر لکھا ہے۔

وما یقد الولد ان حتی رأیتہ　　　علی البکر یمریہ بساق وحافر

قدامہ کہتا ہے کہ اس شعر میں شاعر نے انسان کے پاؤں کو حافر (سم) کہا ہے حالاں کہ یہ چوپایوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس قسم کے استعارے انتہائی غلط ہیں اور ان کے استعمال کے لیے شاعر کے پاس کوئی دلیل نہیں۔

قدامہ کی اس رائے کے متعلق عسکری (صاحب الصناعتین) نے لکھا ہے کہ یہ قدامہ کی بڑی غلطی ہے کیوں کہ دراصل معاظلہ کا مطلب یہ ہے کہ ایک لفظ دوسرے لفظ میں گھسا ہوا ہو اور کلام کے الفاظ علیحدہ علیحدہ یکساں نہ ہوں۔ انسان کے پاؤں کو حافر کہنے سے ایک کلام کا دوسرے کلام کے اندر داخل ہو جانا ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس کو تو ایک بعید قسم کا استعارہ کہنا چاہیے، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس قسم کی چیزیں زہیر کے شعر میں نہیں نظر آتیں، حالاں کہ بعض دوسرے بڑے بڑے شاعروں میں یہ چیز عام ہے۔ اس کے بعد عسکری نے ایسے شاعروں مثلاً نابغہ[۱۰] لبید[۱۱]، ذوالرمۃ[۱۲] اور شماخ[۱۳] وغیرہ کے ایسے شعر لکھے ہیں جس میں اسی قسم کے استعارے پائے جاتے ہیں۔

اسی طرح الآمدی نے اس موقع پر لکھا ہے کہ معاظلہ کی مثالیں دیتے ہوئے قدامہ نے بڑی فاش غلطی

---

[۱۰] ابوامامۃ زیاد بن معاویہ بن ضباب الذبیانی الغطفانی (وفات ۱۸ ق ھ) حجاز کے اول طبقے کے شعراء میں سے تھا۔ سوق عکاظ میں شاعروں کے شعر سن کر ان کے اچھے یا برے ہونے کا فیصلہ کیا کرتا تھا۔ نعمان بن منذر کے ہاں نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اس کا دیوان چھپا ہوا ملتا ہے۔ الاعلام، ۳ : ۹۲

[۱۱] ابوعقیل لبید بن ربیعۃ بن مالک العامری (وفات ۴۱ ھ) یہ ایک شاہسوار اور زمانہ جاہلیت کا بڑا شاعر تھا۔ اسلام لانے کے بعد اس نے شعر کہنا چھوڑ دیا۔ اسے اصحاب معلقات میں شمار کیا جاتا ہے۔ طویل العمر اور بہت سخی صحابی تھا۔ الاعلام، ۶ : ۱۰۴

[۱۲] ابوالحارث غیلان بن عقبۃ بن نہیس بن مسعود العدوی ذوالرمۃ (۷۷ - ۱۱۷ھ)۔ اپنے زمانے کے فحول شعراء میں سے تھا۔ چھوٹے قد، بدصورت اور سیاہ رنگ تھا۔ زمانہ جاہلیت کی طرز پر شعر کہتا تھا۔ اس کی محبوبہ کا نام میۃ تھا۔ اس کا مطبوعہ دیوان ملتا ہے۔ الاعلام ۵ :

[۱۳] الشماخ بن ضرار بن حرملہ المازنی الذبیانی الغطفانی (وفات ۲۲ ھ)۔ مخضرمی شاعر تھا۔ لبید اور نابغہ کے درجے کا شمار کیا جاتا تھا۔ اس کا دیوان چھپ گیا ہے۔ بعض نے اس کا نام معقل بن ضرار لکھا ہے اور شماخ کو لقب کہا ہے۔ الاعلام ۳ :

کی ہے اور میں نے اس کی تمام غلطیوں اور لغزشوں کو ایک علیحدہ کتاب میں کھول کر بیان کیا ہے۔ اس کے بعد آمدی نے لکھا کہ معاظلہ کی صورت یہ ہوتی ہے کہ شاعر ایسے الفاظ کلام میں لائے جو ایک دوسرے کا سہارا لیتے ہوں اور ایک لفظ کسی دوسرے لفظ کی مناسبت سے خواہ مخواہ کلام میں لایا جائے۔ پھر آمدی نے ابو تمام[41] کے تین شعر دے کر کہا ہے کہ یہ معاظلہ کی صحیح مثالیں ہیں:

خان الصّفاء أخٌ خان الزمانُ أخاً   عنه فلم يتخوّن جسمَه الكمدُ

آمدی کہتا ہے کہ اس شعر کے الفاظ کو غور سے دیکھو کہ وہ کس طرح ایک دوسرے کا سہارا ڈھونڈ رہے ہیں اور اس میں بعض الفاظ صرف اس لیے استعمال کیے گئے ہیں کہ اس جنس کے الفاظ پہلے بھی اس شعر میں آئے ہیں۔ چنانچہ پہلا "خان" پھر دوسرا "خان" اور پھر دوسرے مصرع میں "یتخوّن" اس طرح "أخٌ" اور "أخاً" اس لفظی فضول تکرار کے باوجود شعر میں کوئی لطف نہیں۔

اسی طرح ابو تمام کا دوسرا شعر آمدی نے یہ لکھا ہے:

يا يوم شرّد يوم لهوي لهوه   بصبابتي واذلّ عزّ تجلّدي

اس شعر کا مطلب وہی ہے جو اس مشہور ضرب المثل کا ہے "کسی کی جان گئی آپ کی ادا ٹھہری" آمدی کہتا ہے کہ اس شعر کے شروع سے لے کر "بصبابتی" تک کے تمام الفاظ اس طرح ایک دوسرے کو پکڑے ہوئے ہیں کہ پورا ایک سلسلہ بن گیا ہے۔ "یوم لھوی" میں "یوم" کا لفظ حشو ہے کیوں کہ درہم برہم تو کھیل ہوا ہے نہ کہ کھیل کا دن، اگر شاعر "یا یوم شرد لھوی" کہتا تو بہتر ہوتا۔ سو دوسرے "یوم" کا لفظ صرف پہلے "یوم" کو دیکھ کر استعمال کیا گیا ہے۔ اسی طرح دوسرے "لھو" کا لفظ پہلے "لھو" کی وجہ سے لایا گیا ہے اور پھر زمانے کا اس کے عشق و محبت کے ساتھ کھیل کود کرنا بھی شاعر کا وسوسہ اور خیال ہے۔ سو اس شعر کے لفظوں کی اور کوئی بہتر مثال نہیں مل سکتی۔

ابن سنان خفاجی نے بھی آمدی کا قدامہ پر یہ اعتراض اپنی کتاب میں نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس نے معاظلہ کی مثالیں دینے میں غلطی کی ہے، چوں کہ ابن سنان کی عبارت کے الفاظ وہی ہیں جو آمدی کے

---

[41] ابو تمام حبیب بن اوس بن الحارث الطائی (۱۸۸ - ۲۳۱ھ) نہ صرف ادیب اور شاعر تھا بلکہ زمانۂ جاہلیت اور اسلام کے اشعار کا نقاد تھا۔ اس نے دیوان الحماسۃ اور الوحشیات وغیرہ مجموعہ ہائے اشعار انتخاب کیے اور دنیا بھر میں مشہور ہوا۔ الاعلام ۲: ۷۰

ہیں، اس لیے ان کا نقل کرنا محض تکرار ہے۔

۲۔ ابن سنان نے لکھا ہے کہ قدامہ بن جعفر کا خیال ہے کہ کسی شخص کی تعریف حسن وجمال سے کرنا یا کسی کی مذمت بدصورتی کی وجہ سے کرنا درحقیقت مدح یا مذمت نہیں ہے۔ جو شخص کسی کی تعریف حسن و جمال سے کرے یا کسی کی بدصورتی کی وجہ سے مذمت کرے، وہ غلطی پر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جسمانی اوصاف کے ساتھ مدح یا مذمت کرنا صحیح نہیں۔ قدامہ نے اس کی دلیل یہ دی ہے کہ جب عبیداللہ بن قیس الرقیات[۱۵] نے اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان کی مدح میں یہ شعر کہا:

یأتلق التاج فوق مفرقه — علی الجبین کأنه الذهب

تو عبدالملک نے بُرا مانا اور اس سے کہا کہ میرے بارے میں تو یہ شعر کہتا ہے اور مصعب بن زبیر کے متعلق یوں کہتا ہے:

إنما مصعب شهاب من اللّٰه — تجلت عن وجهه الظلماء

گویا عبدالملک نے عبیداللہ پر اس بات پر اظہار ناراضی کیا کہ تو اخلاقی فضائل عقل، عدل، عفت اور شجاعت وغیرہ کو چھوڑ کر جسمانی اوصاف چہرے کے حسن وغیرہ کی وجہ سے میری مدح کرتا ہے۔ قدامہ کہتا ہے کہ اس طرح کی مدح غلط ہے۔

پھر ابن سنان نے آمدی کا حوالہ دے کر کہا ہے کہ اس نے بھی قدامہ کے اس خیال کو غلط بتایا ہے اور آمدی نے کہا ہے کہ اس نے تمام عربی اور عجمی اقوام کے خیال کی مخالفت کی ہے کیوں کہ چہرے کی خوب صورتی انسان کی ہیئت میں اضافہ کرتی ہے اور اس سے کئی اچھی خصلتوں کا پتا چلتا ہے۔ ابن سنان کا کہنا ہے کہ آمدی کا یہ خیال صحیح ہے، اس کے علاوہ چہرے کی خوب صورتی کے متعلق یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ انسان کا دل اس کی طرف قدرتی طور پر مائل ہوتا ہے اور یہ چہرے کی خوب صورتی کی فضیلت کی دلیل ہے لیکن قدامہ کی دلیل یہ ہے کہ چہرے کی خوب صورتی میں کوئی فضیلت نہیں کیوں کہ ہر انسان کی شکل اسی طرح ہے جیسے اللہ نے پیدا کر دی۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے: "هو الذی یصورکم فی الارحام کیف

---

[۱۵] عبداللہ بن قیس بن شریح بن مالک المدنی (وفات تقریباً ۸۵ھ)۔ بنی امیہ کے زمانے میں قریش کا مشہور شاعر تھا۔ اس کو ابن قیس الرقیات اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ رقیہ نامی تین عورتوں پر غزل کہتا تھا۔ اس کا دیوان چھپ گیا ہے۔ الاعلام ۴

یشاء " لیکن ابن سنان نے لکھا ہے کہ انسان کی تمام باطنی خوبیوں کا بھی یہی حال ہے۔ مثلاً ایک سخی کو بھی خدا ہی نے سخی پیدا کیا ہے اور بہادر یا عاقل کو بھی اسی نے بہادر اور عاقل بنایا ہے۔ سو جس طرح ایک بدصورت چہرے والا انسان اپنی صورت نہیں بدل سکتا اسی طرح ایک جاہل شخص اپنی عقل کے علاوہ دوسروں کی عقل سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ اگر قدامہ کے خیال کو صحیح سمجھ لیا جائے تو پھر کسی انسان کی ذاتی شرافت یا اس کے خاندان کی تعریف کرنا بھی جائز نہیں کیوں کہ وہ بھی انسانی شکل کی طرح خدا کے حکم سے ظہور پذیر ہوئی ہیں۔ اور جس طرح کی مدح کی جائے اس کا ان چیزوں میں کوئی دخل نہیں۔ باقی رہا عبدالملک کا ابن قیس الرقیات پر عتاب کرنا تو وہ صرف اس لیے ہے کہ تاج پوشی عجیر عرب بادشاہوں کا رواج تھا۔ عربوں کے خلیفوں (خلفائے راشدین وغیرہ) اس رسم سے ناآشنا تھے (بلکہ عربوں میں تو یہ جملہ مشہور ہے۔ "العمائم تیجان العرب" سو عبدالملک کا مطلب یہ تھا کہ تو میری مدح تو عجمی بادشاہوں کی مدح کی طرح کرتا ہے اور مصعب کی مدح خلیفوں کی مدح کی طرح کرتا ہے اور عبدالملک کا یہ خیال بالکل درست تھا۔ کیوں کہ کسی خلیفہ کی مدح میں یہ کہنا کہ وہ اللہ کا ایک چمکتا ہوا ستارہ ہے، اس بات سے زیادہ بلیغ ہے کہ کسی بادشاہ کے متعلق یوں کہا جائے کہ تاج اس کے سر پر چمکتا ہے۔

۳۔ قدامہ نے تمثیل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بعض لوگ شعر کی صفات میں مطابق اور مجانس کا بھی ذکر کیا ہے ہیں اور یہ دونوں " ایتلاف اللفظ والمعنی " میں داخل ہیں۔ ان دونوں کا مطلب یہ ہے کہ کسی شعر میں ایک لفظ ایسا ہو جس کے دو مختلف معنی ہوں یا ایک ہی جنس کے مشتق الفاظ میں مختلف معنی پائے جائیں۔ اس کے بعد قدامہ نے مطابق اور مجانس کی علیحدہ علیحدہ مثالیں دی ہیں۔ چنانچہ مطابق کی مثال یہ ہے:

وا قطع الهوجل مستأنساً بهوجل عيرانة عنتريس

یہاں " ھوجل " کے ایک معنی لمبا فاصلہ اور دوسرے معنی بڑے جسم والی اونٹنی کے ہیں۔

آمدی اور اس کے تتبع میں ابن سنان نے لکھا ہے کہ قدامہ نے اس "صنعت مطابق" کا نام المتکافی رکھا ہے۔ لیکن یہ اصطلاح اس صنعت کے لیے سوائے قدامہ کے کسی اور ادیب نے استعمال نہیں کی۔ آمدی کہتا ہے کہ قدامہ کو نہیں چاہیے تھا کہ اپنے سے پہلے ادیبوں کی مخالفت کرتا اور ان کی وضع کی ہوئی اصطلاحات کو چھوڑ کر اپنے پاس سے نئی اصطلاح بناتا۔ چنانچہ عبداللہ بن المعتز، جو قدامہ سے پہلے

ہوا ہے۔) نے اس صنعت کو "المطابق" ہی لکھا ہے۔

باقی رہا "المتکافی" سو اس کا ذکر قدامہ نے "التکافؤ" کے عنوان سے اس سے پہلے کیا ہے۔ وہ بالکل الگ چیز ہے۔

۴۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی امور ہیں جن میں ائمۂ ادب نے قدامہ پر نکتہ چینی کی ہے لیکن طوالتِ مضمون کے خوف سے انھیں نظر انداز کیا جاتا ہے۔

جرجی زیدان نے تنقیدِ شعرِ عربی کی تاریخ لکھتے ہوئے ابن قتیبہ کے بعد قدامہ بن جعفر کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ قدامہ سب سے پہلا شخص ہے جس نے تنقیدِ شعر کے موضوع پر نقد الشعر کے نام سے ایک مستقل کتاب لکھی۔ اس کتاب میں اس نے شعر کی تعریف کرنے کے بعد لفظ اور معنی کے لحاظ سے شعر کی ضروری شرائط کا بیان کیا ہے اور اپنے زمانے کے مطابق لفظ اور معنی کی ہم آہنگی پر بحث کی ہے۔ پھر مجاز اور تشبیہ وغیرہ کی شرائط لکھی ہیں، لیکن اس نے اس کتاب میں اختصار سے کام لیا ہے اور اپنی کتاب کے موضوع کا پورا پورا حق ادا نہیں کیا لیکن چوں کہ وہ اس فن پر مستقل کتاب لکھنے والا پہلا شخص ہے اس لیے قدرتی طور پر اس کا یہ کام ہر لحاظ سے مکمل نہیں ہو سکتا بلکہ اس کتاب کی کمی کو اس کے بعد آنے والے ادیبوں، آمدی، جرجانی، ثعالبی اور ابن رشیق وغیرہ نے پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔ ابو العلاء المعری نے اپنے رسالہ الغفران میں ہی تنقیدِ شعر پر بعض باتوں کا اضافہ کیا ہے۔

یہ کتابیں بھی اس کی تصنیفات میں سے ہیں: (۳) صابون الغم (۴) صرف الھم (۵) کتاب جلاء الحزن (۶) دریاق الفکر (۷) کتاب السیاستہ (۸) کتاب حشو حشاء الجلیس (۹) کتاب صناعۃ الجدل (۱۰) کتاب الرد علی ابن المعتز (۱۱) رسالۃ فی أبي علی بن مُقْلَۃ (۱۲) نزھۃ القلوب وزاد المسافر (۱۳) زھر الربیع فی الاخبار (۱۴) سر البلاغۃ فی الکتابۃ (۱۵) کتاب البلدان (۱۶) نقد النثر۔ زرکلی اور ابو حیان توحیدی نے اپنی کتابوں میں اس کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ میں نے عربی نثر اور اس کے متعلق تمام پہلوؤں کا پورا پورا بیان قدامہ بن جعفر کی کتاب کے سوا کسی اور کے ہاں نہیں دیکھا۔ توحیدی کہتا ہے کہ علی بن عیسیٰ وزیر نے مجھ سے کہا کہ قدامہ نے ۳۲۰ھ میں اپنی کتاب دکھائی۔ میں نے اس کتاب کو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس نے کتاب لکھنے کا حق ادا کر دیا ہے۔ اس کتاب کے تیسرے حصے میں اس نے بلاغت کے مختلف فنون کو ایسی طرح بیان کیا ہے

کہ کوئی اور ایسا نہیں کر سکتا۔ قدامہ کا اس کام میں وہی درجہ ہے جو علمِ عروض میں خلیل بن احمد کا ہے لیکن اس کتاب کے الفاظ مبنی بر صحت نہیں، بلاغت کا بیان کرتے ہوئے اس کے اپنے الفاظ بلاغت سے گرے ہوئے ہیں اور ایسے معلوم ہوتا ہے کہ جن چیزوں کو وہ بیان کر رہا ہے وہ ان کو خود نہیں جانتا[۱۶]

کرد علی نے لکھا ہے کہ کتاب نقد النثر جو قدامہ کی طرف منسوب کی جاتی ہے وہ اس کی تصنیف نہیں بلکہ اہلِ ادب نے اس کی طرف غلط منسوب کر دی ہے کیوں کہ اس کی عبارات اور اس کے طرزِ انشا پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ چھٹی یا ساتویں ہجری کے نثر نویسوں کا کارنامہ ہے اور اس کی اپنی عبارت درجۂ بلاغت سے گری ہوئی ہے۔ اس کے غلط منسوب ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ نقد الشعر میں قدامہ شروع ہی میں اصل مضمون سیدھے سادے الفاظ میں بیان کرنا شروع کر دیتا ہے لیکن نقد النثر کی عبارت مسجع اور مقفٰی ہے اور اس کا انداز بتاتا ہے کہ یہ دونوں کتابیں مختلف آدمیوں کی لکھی ہوئی ہیں[۱۷]

یہ کتاب طبع شدہ صورت میں قدامہ ہی کی طرف منسوب ہے۔

۱۷۔ جواھر الالفاظ: اس کا ذکر زرکلی اور کرد علی نے اپنی کتابوں میں کیا ہے۔ لیکن کرد علی نے اس کے متعلق بھی لکھا ہے کہ قدامہ کی طرف اس کا انتساب مشکوک ہے کیوں کہ اس کے مقدمے کی پہلی چند سطریں ہی پڑھ کر ایک نقاد کو پتا چل جاتا ہے کہ اس کا طریقِ انشا بھی نقد النثر کی مانند ہے۔ کیوں کہ اس کی عبارت بھی اسی طرح مسجع اور مقفٰی ہے۔ تاہم یہ کتاب قدامہ کی طرف منسوب ہو کر چھپ چکی ہے۔

۱۸۔ تفسیر السماع الطبیعی: القفطی نے لکھا ہے کہ ارسطو (فلاسفر) کی علمِ طبعیات کی کتابوں میں ایک کا نام کتاب السماع الطبیعی ہے، جس میں آٹھ مقالات ہیں اور ابو الفرج قدامہ بن جعفر نے اس کے پہلے مقالے کے کچھ حصوں کی تفسیر لکھی تھی۔ اس کا ذکر ابن الندیم نے بھی کیا ہے۔

یہاں طوالت سے بچنے کے لیے قدامہ کی انشا کا نمونہ نہیں پیش کیا گیا۔ قدامہ کا طریقِ انشا سیدھا سادا ہے۔ اس میں کسی قسم کا تکلف اور سجع یا قافیہ نہیں، جو کتابیں قدامہ کی طرف غلط منسوب کی گئی ہیں ان پر مزید تحقیق کی گنجائش ہے، لیکن افسوس کہ عربی کتابوں کے ذخیروں پر بہت سے انقلابات آتے رہے جس

---

[۱۶] التوحیدی، الامتاع والمؤانسہ ۲: ۱۴۵-۱۴۶

[۱۷] کرد علی، الکنوز ص ۱۵۱

کی وجہ سے متعدد مفید تصنیفات ضائع ہوگئیں اور لمبی مدت گزر جانے کی وجہ سے بعض کتابیں اصلی مصنفین کے سوا دوسرے لوگوں کی طرف منسوب کردی گئیں۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ مشرق اور مغرب کے مختلف کتب خانوں میں جو قلمی نسخے موجود ہیں، وہ چھپ جائیں تو بعض ایسی حقیقتیں سامنے آجائیں جن کے متعلق موجودہ حالات میں وثوق سے کچھ کہنا ممکن نہیں۔

برصغیر پاک و ہند میں علمِ فقہ

محمد اسحاق بھٹی

اس کتاب میں سلطان غیاث الدین بلبن (۶۸۶ھ) کے عہد سے لے کر سلطان اورنگ زیب عالمگیر (۱۱۱۸ھ) کے عہد تک کی تمام فقہی مساعی کا احاطہ کیا گیا ہے اور تفصیل سے بتایا گیا ہے کہ برصغیر پاک و ہند علمِ فقہ سے کس طرح روشناس ہوا، یہاں کے علما و زعما نے کس محنت و جاں فشانی سے اس کی ترویج و اشاعت کا اہتمام کیا اور کن اہم فقہی کتابوں کی تدوین کی۔ برصغیر پاک و ہند کے جن سلاطین کے دورِ حکومت میں کتب فقہ مرتب کی گئیں، ان کے عہد اور طریقِ حکومت پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے، اس زمانے کے علمائے کرام کے حالات بھی بیان کیے گئے ہیں اور یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ یہ حکمران علم و علما سے کس قدر تعلق و ربط رکھتے تھے۔ پھر فقہ کی جن کتابوں کا تعارف کرایا گیا ہے، ان کے اہم اقتباسات بھی فاضل مصنف نے درج کتاب کیے ہیں۔ آخر میں فقہ کی ان مشہور کتابوں کے بارے میں ضروری معلومات فراہم کی گئی ہیں، جو مختلف ملکوں میں تصنیف کی گئیں اور جن کو مسائل فقہ کے اصل مآخذ کی حیثیت حاصل ہے۔ اس موضوع سے متعلق اردو زبان میں یہ پہلی کتاب ہے۔

صفحات ۴۰۸ قیمت -/۲۰ روپے

ملنے کا پتا: ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور

عقلیاتِ ابن تیمیہ

مولانا محمد حنیف ندوی

غزالیؒ کے بعد علامہ ابن تیمیہؒ دوسرے شخص ہیں جنھوں نے اسلام کے نظامِ حیات کا اس دقتِ نظر سے جائزہ لیا ہے، اور بتایا ہے کہ تفسیر، حدیث، تصوف اور فقہ و اصول کی تشریح میں ہمیں کن پیمانوں سے کام لینا چاہیے۔ علامہ کی پوری زندگی الحاد و زندقہ کے خلاف جہاد میں بسر ہوئی۔ چنانچہ انھوں نے جس کامیابی و ہنرمندی کے ساتھ کتاب و سنت کے رُخِ زیبا کو نکھارا ہے، بدعات کی پُرزور تردید کی ہے اور اسلام کے چہرۂ روشن سے یونانیت اور عجمیت کے دبیز نقابوں کو ہٹایا ہے، یہ انہی کا حصہ ہے۔ ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے اپنے زمانے کے "عقلیات" کو بہ کمالِ ژرف نگاہی کھنگالا ہے اور تنقید و احتساب کے بعد ثابت کیا ہے کہ ان کے مقابلے میں اسلام کا عقلی موقف کہیں زیادہ صحیح، استوار اور متوازن ہے۔ اس کتاب کا موضوع ان کی یہی گراں قدر تنقیدات ہیں۔ صفحات ۳۵۹ — قیمت -/۱۸ روپے

حکمتِ رومی

ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم

جلال الدین رومی کے افکار و نظریات ایسے دائمی حقائق پر مبنی ہیں جن کی اہمیت اور قدر و قیمت میں گردشِ زمانہ کوئی کمی نہ کر سکی اور ان کی مثنوی سے جس کو "قرآن در زبان پہلوی" کہا گیا ہے، اقبال بھی ویسے ہی متاثر ہوئے جیسے کہ مولانا جامی۔ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم کی یہ تصنیف رومی کے افکار و نظریات کی حکیمانہ تشریح ہے جس میں ماہیتِ نفسِ انسانی، عقل و عشق، وحی و الہام، وحدتِ وجود، احترامِ آدم، صورت و معنی، عالمِ اسباب اور جبر و قدر کے بارے میں رومی کے خیالات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

صفحات ۲۵۸ قیمت -/۱۵ روپے

ملنے کا پتا: ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور